سوال

(132) کیا ہر وقت ملنے پر مصافحہ کرنا منع ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بکر کہتا ہے کہ جب دور سے آئے تو یعنی سفر سے آئے ہوئے کو مصافحہ کرنا چاہیے۔ لیکن ہر وقت ملنے پر مصافحہ کرنا منع ہے کیا یہ صحیح ہے۔؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جب اور جس وقت سلام علیکم کہے اس وقت مصافحہ کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے سلام کو مصافحہ سے پورا کیا کرو۔ مصافحہ چونکہ بغرض اظہار محبت ہوتا ہے۔ اس لئے موقع شناسی بھی ضروری ہے۔ جس میں کسی فریق کا حرج یا تکلیف نہ ہو۔ (4 ستمبر 1931ء)

تشریح

مہمان کو رخصت کرتے وقت مصافحہ کرنا کیسا ہے۔ بعض لوگ اس سے روکتے ہیں۔ (سائل عبد المبین منظر)

الجواب۔ جامع ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذودع انسانا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ذیل وارد ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذاودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعہا حتی یکون الرجل ہو یدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث سے رخصت ہوتے وقت ہاتھ پکڑنا یعنی مصافحہ کرنا کھلا ثابت ہے۔ حکم (قول) نہ سہی۔ سنت (فعل) تو موجود ہے۔ اور ممانعت کسی روایت میں بھی نہیں آئی۔ پس جواز میں کیا کلام ہے۔ جو لوگ منع کرتے ہیں۔ محض بے دلیل اور غلو سے کام لیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (علامہ ابو القاسم محمد خان سعید منزل بنارس سٹی 25 شوال 64 ہجری) (ارسال کردہ مولانا عبد المبین منظر صاحب ناظم مدرسہ شمس العلوم سمرا ضلع بستی)

تشریح

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ مصافحہ کے بارے میں اگرچہ رواج تو ایسا ہی ہو رہا ہے۔ کہ اکثر آدمی دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ اور اسی کو اچھا بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن حدیثوں کی رو

سے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو حدیثیں مصافحے کے بارے میں آئی ہیں۔ ان میں ید کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ایک ہاتھ چنانچہ ترمذی صفحۃ 109 باب المصافحۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیق اینحنی لہ قال لا قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم

یعنی ''ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے ملے یا دوست سے ملے تو کیا اس کے واسطے جھک جایا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا معانقہ کرے۔ فرمایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا کرے۔ فرمایا کہ ہاں'' اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور مشکوٰۃ صفحہ 510 باب فی اخلاقہ وشمائلہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صانع الرجل لاینزث یدہ من یدہ حتی یکون ھوالذي ینزع یدہ

یعنی ''آپ ﷺ ایسے وسیع الحلم اور عظیم الخلق تھے۔ کہ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہی شخص اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ مبارک سے جدا نہ کرتا تب تک آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک جدا نہیں فرماتے۔'' اور مشکوٰۃ کتاب الدعوات صفحہ 201 میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آیا ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعھا حتی یکون الرجل ھو یدع یدہ واخر علمک من ابی داود وغیرہ

یعنی آپ ﷺ جب کسی شخص کو رخصت کرتے۔ تو اس کا ہاتھ پکڑتے پھر نہ چھوڑتے اس کو جب تک کہ وہ شخص خود ہی آپ کے مبارک ہاتھ کو نہ چھوڑتا اور آپ اس وقت یعنی رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ جس کا ترجمہ یوں ہے کہ تیرے دین اور امانت کو اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور مشکوٰۃ باب المصافحہ میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے آیا ہے۔ کہ آپ ﷺ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ بٹھلاتیں۔ اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کا ہاتھ پکڑتے اور اپنی جگہ بٹھلاتے۔ ان حدیثوں سے کوئی مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ملنے والے کی تعظیم کے واسطے جھک جانا درست نہیں ہے۔ اور معانقہ کی بابت حدیث اول میں ممانعت ہے۔ اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے جب کہ ترمذی جلد دوم صفحہ 109 میں ہے۔ مگر ترمذی والی روایت میں چونکہ یہی مذکور ہے۔ کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت سفر سے آئے تھے۔ لہذا دونوں روایتوں کے جمع کرنے سے یہ مسئلہ نکلا کہ جب سفر سے آوے تب معانقہ بھی درست ہے۔ اور ہر وقت کی ملاقات میں معانقہ منع ہے۔ صرف مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ سنت ہے۔ اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے۔ حالانکہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں۔ کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہیں ہے۔ پس یاد رکھیں کہ درست اور سنت ہے۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ملنے والے اگر محرم ہوں تو عورت مرد کو بھی باہم مصافحہ کرنا درست ہے۔ جیسے باپ بیٹی یا بھائی بہن یا خاوند زوجہ وغیرہم مگر مولوی یا دپیر زادہ ہے چونکہ نا محرم عورتوں سے بھی مصافحہ کیا کرتے ہیں اس لئے اس موقع پر یہ لکھنا ضروری ہے کہ کسی مرد کو نا محرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ابن ماجہ صفحہ 212 باب بیعۃ النساء میں امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انی لا اصلفح النساء یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔ اور ابن ماجہ کے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں۔ کہ قسم ہے اللہ کی آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا اگر کوئی صاحب یوں کہیں کہ یہ بیعت کے بارے میں ہے تو میں یہ جواب دوں گا۔ کہ آپ ﷺ کا لفظ انی لا اصلفح النساء عام ہے۔ اس عموم میں سے محرم عورتیں خاص ہوگئیں بوجہ حدیث مذکورہ بالا کے جس میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصافحہ کرنے کا بیان ہے۔ باقی سب عورتیں ہر صورت سے اس عموم نہی میں داخل رہیں۔ اور یہ ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ ہر ایک ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔ کچھ یہ نہیں ہے۔ کہ چند روز کے بعد ملاقات ہو تب ہی سنت ہو۔ اور ایک یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مصافحہ میں سنت طریقہ یہی ہے۔ کہ ایک ہاتھ سے کیا جاوے۔ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت نہیں ہے۔ دونوں ہاتھ کا بیان تو اس طرح ہے کہ جس طرح تیمم والی حدیثوں میں ہوا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ 46 باب التیمم میں بخاری کی روایت سے آیا ہے۔

فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیھما ثم مسح بھما وجھہ وکفیہ

یعنی نبی کریم ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں۔ اور دونوں میں پھونک ماری۔ پھر ان دونوں کو اپنے چہرے مبارک اور دونوں ہاتھوں پر ملا اور مسلم کا لفظ اسی روایت میں یوں ہے۔ انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض یعنی فرمایا کہ تجھ کو کفایت کرتا تھا کہ مارتا تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر پس مصافحہ کی حدیثوں میں ید کا لفظ اور تیمم کی حدیث میں یدین اور کفین کا لفظ آنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت آئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ کو التحیات کا پڑھنا سکھایا اسوقت میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا۔ اس سے بعض علماء دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت نکلاتے ہیں لیکن انصاف کی رو سے یہ حدیث مصافحہ کے بارے میں نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں ہے تو نہیں اس لئے کہ اس میں مصافحہ کا ذکر نہیں بلکہ تعلیم اور تذکیر کا بیان ہے۔ اور یہ عام دستور ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ جب کوئی ضروری بات یا کام کسی کو سکھانا یا سمجھانا ہوتا ہے۔ اور اس کے حال پر مہربانی و شفقت کی نظر ہوتی ہے۔ تو اس کے سر پر یا کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یا اس کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا سمجھایا کرتے ہیں۔ اور ہو سکتی نہیں اسی لئے کہ مصافحہ کے صرف تین موقع ہیں۔ یا آتے وقت یا رخصت ہوتے وقت یا بیعت کے وقت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تینوں موقعے نہیں۔ پھر اس کو مصافحہ کے مسئلہ سے کیا علاقہ باقی رہا بعض علماء کا قول یا فعل سو وہ دلیل شرعی نہیں ہے۔ خصوصا جب کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مخالف واقع ہو تو پھر اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کی اتنی رعایت کافی ہے کہ اگر کوئی شخص دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے تو اس پر چنداں گرفت نہ کی جائے ل۔ مگر اس کو سنت کہنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سنت ہونے کا شرف تو ایک ہاتھ ہی کے مصافحہ کے واسطے حاصل ہے۔ ایک ہاتھ کے مصافحہ کو نصاریٰ طریقہ اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ تو عمر کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ کی یا دوسرے کافروں کی مشابہت ایسے کام میں ہوا کرتی ہے۔ جس کو شریعت اسلام نے ثابت یا مقرر نہیں رکھا۔ مسلمان لوگ صرف کفار کی ریس سے اس کو کرنے لگیں۔ اور جو کام شریعت میں ثابت ہو چکا ہے۔ وہ اگر یہود و نصاریٰ یا دوسرے کافروں میں بھی پایا جاوے۔ تو اس کام پر ان کی مشابہت کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ اور وہ واجب الترک بھی نہیں ہے۔ مثلاً سپاہ گری کا فن سیکھنا اور گھوڑے کی سواری میں مشتاقی پیدا کرنا آجکل نصاریٰ میں بہت کثرت سے رائج ہے۔ مگر شریعت اسلام میں بھی چونکہ یہ امر مقرر اور ما موربہ ہے۔ لہذا اس کو نصاریٰ کی مشابہت کے تحت میں لا کر واجب الترک ہر گز نہیں کہہ سکتے۔ اس قاعدہ کو یاد رکھیں اور ہر موقع پر اس کے موافق جانچ کر کے حکم لگایا کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ غلطی نہ ہو گی۔ اور اگر عمرو مذکور نے جان بوجھ کر ایسا لفظ کہا ہے تو سنت کی صریح توہین ہے۔ اور سنت کی توہین کفر ہے۔ ایسی باتوں سے مسلمانوں کو ڈرنا ار بچنا چاہیے۔ (فقط حررہ العاجز حمید اللہ ساکن سروہ ضلع میرٹھ۔ سید محمد نزیر حسین)

ہوالموفق

جواب صحیح ہے۔ بے شک مصافحہ کا طریقہ مسنون یہی ہے۔ کہ ایک ہاتھ سے یعنی داہنے ہاتھ سے کیا جائے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی صریح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں رسالہ المقالۃ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحہ بالید الیمنیٰ ایک جامع اور مفید رسالہ چھپ کر شائع ہوا ہے۔ جس شخص کو اس مسئلے کی تحقیق کا کامل طور پر مع مالیا وما علیھا کے منظور ہوا اسے چاہیے کہ اس رسالہ کو ضرور مطالعہ کرے۔ ہاں اس جواب میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "اور ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ سنت ہے۔ اسی طرح رخصت ہوتے ہوئے بھی سنت ہے۔ حالانکہ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے ہوئے کا مصافحہ درست نہیں۔ پس یاد رکھیں کہ درست اور سنت ہے۔ سو مجیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ٹھیک نہیں ہے۔ اس واسطے کے رخصت ہوتے ہوئے کے مصافحے کے درست اور سنت ہونے کو مجیب نے حدیث

کان البی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعھا الخ

س ثابت کیا ہے کہ حالانکہ اس حدیث سے صرف مسافر کے رخصت کرتے وقت مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور غیر مسافر کے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں تودیع سے مراد مسافر کو رخصت کرنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص سفر میں جانے والے کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور یہ دعا فرماتے۔

استودع اللہ دینک وامانتک واخر عملک

دیکھو شروع حدیث وکتب لغت۔ ہاں جامع ترمذی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو یہ جملہ مروی ہے۔ وتمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ یعنی تم لوگوں کے سلام کی

تمامی مصافحہ کرنا ہے۔ یعنی جب ہی سلام پورا ہوگا اور کامل ہوگا۔ کہ سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرو۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس جملے کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

''تمام وکمال ہائے وسلام شما کے میان یکدیگر می کنید مصافحہ است یعنی چون وسلام کنید مصافحہ نیز بکنید تا سلام تمام شود وکامل گردو''

سو حدیث کے اس جملے سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحۃ مسافر اور غیر مسافر کےلئے البتہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کےلئے سلام کرنا بلاشبہ مسنون ہے۔ اور سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کےلئے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ لیکن جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف وناقابل احتجاج ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ھذا اسناد لیس بالقوی۔ یعنی اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن یزید ہے۔ اس کی نسبت ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ ضعیف ہے۔ اور خلاصہ میں اس کی نسبت سے لکھا ہے۔ قال البخاری منکر الحدیث یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علی بن یزید منکر الحدیث ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس رواوی کی نسبت منکر الحدیث کہتے ہیں۔ اس راوی سے حدیث کا روایت کرنا حلال نہیں۔ میزان الاعتدال میں میزان بن جبلہ کے ترجمہ میں مرقوم ہے۔

نقل ابن القطان ان البخاري قال كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه

الحاصل جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ لہذا اس حدیث کے جملہ مذکورہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور کتاب شرعۃ الاسلام میں جو یہ اثر مرقوم ہے کہ

كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا لتصافحوا وحمدوا الله واستغفروا عند ذلك وان التقوا والفترقوا في اليوم مرارا انتهى

سو یہ اثر بے سند ہے۔ صاحب شرعۃ السلام نے اس اثر کی سند لکھی ہے۔ اور نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ کہ فلاں کتاب میں یہ اثر مروی ہے۔ پس جب تک اس اثر کی سند صحیح معلوم نہ ہو کیونکہ قابل اعتبار ہوسکتا ہے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں اس اثر کو شعبی سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں لفظ واذا تفرقوا تصافحوا الخ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا لفظ صرف اس قدر ہے۔

ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا اذا التقوا تصافحوا واذا اقدموا من سفر تعانقوا

خلاصہ یہ کے رخصت ہوتے وقت غیر مسافر کےلئے مصافحہ کا مسنون ہونا نہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے۔ اور نہ کسی صحیح اثر سے۔ ہاں مسافر کےلئے رخصت ہوتے وقت ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری۔ عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نزیریہ ج2 ص580)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 2 ص 91